مولانا محمد اسلام حقانی*

کیا سائنس قرآنی معجزہ ہے؟

التبیان فی علوم القرآن میں قرآن کی سائنسی معجزات پر بحث ونظر

اسلام اور سائنس پر لکھنا ایک محبوب مشغلہ:

آئے روز ہمارے فکری تضادات کا کوئی نہ کوئی نمونہ نگاہوں کے سامنے آتا ہے اور اس پر کچھ کہنے کو ناطقہ سر بہ گریباں اور لکھنے کو خامہ انگشت بہ دنداں رہتا ہے ان فکری تضادات سے تو ہمارا پورا معاشرہ سرتاپا غبارآلودہ ہے اور مذہبی حوالہ سے بھی یہ فکری تضادات کسی صورت میں کم نہیں کتابوں کی اس بھرمار میں آئے روز کوئی نہ کوئی کتاب، رسالہ اور جریدہ منظر عام پر آتا ہے جو ایسے دعوؤں سے بھرا ہوتا ہے کہ عقل انسانی حیران رہ جاتا ہے کتابیں لکھنے کا تو ہر کوئی خوگر ہیں اور اس آرمان کی پورا ہونے کا ہر کوئی منتظر ہیں کہ کب مجھے لوگ مصنف، مترجم اور شارح کے القاب سے نوازینگے اور پھر ایسے موضوعات کا انتخاب کرتے ہیں جو شہرت رکھنے کے باوجود خطرات اور پیچیدگیوں سے ہرگز خالی نہیں ہوتی یوں تو بے شمار موضوعات ایسے ہیں جو کسی نکتہ شناس اور حقیقت پسند محققین کی نظر کے محتاج پڑے ہیں لیکن ان میں ایک موضوع قرآن اور سائنس، اسلام اور سائنس بھی ہیں یہ ایک ایسا موضوع ہے کہ اس پر ہر مؤلف رطب ویابس جمع کرنے کی متمنی اور خواہشمند ہیں قرآن اور سائنس کے موضوع پر لکھنے کی یہ طرح سترویں صدی کے بعد کی پیداوار ہیں اور گزشتہ چند سالوں میں انگریزی، عربی، فارسی زبانوں میں متعدد مقالات، مضامین اور کتابیں اس موضوع پر شائع ہو چکی ہے عربی، انگریزی، فارسی میں اس موضوع پر اتنا کچھ لکھا گیا ہے اگر اس کا ایک مفصل اشاریہ مرتب کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائیگی اور اب تو اردو داں اہل قلم بھی اس حوالہ سے کسی سے پیچھے نہیں ہر کوئی سرگرم عمل ہے کوئی اسلام سے سائنس تو کوئی سائنس سے اسلام ثابت کرتے ہیں۔

التبیان فی علوم القرآن نصاب کا حصہ کب سے؟

تاہم سردست ایک ایسی کتاب کے حوالہ سے کچھ تحریر کرنے کو جی چاہتا ہے بڑی اہمیت کی حامل ہے اور

---

* رفیق مؤتمر المصنفین ، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر سال کثیر تعداد میں مدارس دینیہ کے طلبہ کو پڑھائے جاتے ہیں اور طلبہ علومِ اسلامیہ اس سے استفادہ بھی کرتے ہیں میری مراد اس کتاب سے عالمِ عرب کے مشہور محقق اور جامعہ ام القری مکہ مکرمہ کے استاذ تفسیر علامہ محمد صابونی صاحب کے لیکچروں کا وہ مجموعہ ہے جو انہوں نے کلیہ الشریعہ کے طلبہ کے لئے علوم القرآن کے موضوع پر مرتب فرما کر التبیان فی علوم القرآن کے نام سے شہرت پائی اور منظر عام پر آنے کے کچھ عرصہ بعد وفاق المدارس کے زیر اہتمام درجہ سابعہ (موقوف علیہ) کے نصاب میں علوم القرآن کے حوالہ سے جب وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی کمیٹی میں بات ہوئی تو مولانا ولی خان المظفرؔ صاحب نے مندرجہ بالا کتاب پیش کی تو بالاتفاق اسے منظور کر کے نصاب کا حصہ بنایا گیا اور بعد میں اس پر مختلف علماء کرام نے شروحات بھی لکھنے شروع کی جس میں ایک شرح ''اللمعان اردو شرح التبیان'' بھی ہیں جس کا مترجم مولانا ولی خان المظفرؔ صاحب ہیں اور تحقیق اور حواشی مولانا سید عبدالرحمان بخاری کی ہیں دوسری شرح ''نسیم البیان شرح التبیان'' مولانا محمد آصف نسیم جھنگ شہری صاحب کی ہے جس پر علامہ زاہد الراشدی صاحب کی تصدیق اور تقریظ بھی ثبت ہے اس مختصر مضمون میں ''التبیان'' کے ایک اہم موضوع کی طرف آتے ہیں، علوم القران کے موضوع پر کتابوں کی لکھنے کا یہ سلسلہ قرونِ اولیٰ سے جاری وساری ہے لیکن امت کے چودہ سو سالہ عرصہ گواہ ہے کہ اس عرصہ میں قرآن اور علوم القرآن، حدیث اور سنتِ نبوی کی کبھی سائنسی تشریح اور توضیح پیش نہیں کی گئی ہیں اور نہ سائنس کو معجزاتِ قران میں شمار کرنے کی کبھی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

شیخ طنطاویؒ کی سائنسی تفسیر اور اسکا انجام:

لیکن عالمِ اسلام کا مغربی غلام بننے کے بعد سترویں صدی سے یہ سلسلہ رفتہ رفتہ جاری ہوا تاہم بیسویں صدی کے اوائل میں عالمِ اسلام میں سائنس سے قرآن اور قرآن سے سائنس اور سائنس کو قرآنی معجزہ ثابت کرنے کی بدعت ایجاد ہوئی اس بدعت کے اصل موجد جامعہ الازھر مصر کے شیخ علامہ طنطاویؒ ۱۹۱۰ ہی ہیں انہوں نے ۲۶ جلدوں پر مشتمل الجواھر فی تفسیر القرآن کے نام سے قرآن کی سائنسی تفسیر وتشریح لکھی یہ سائنس کے ذریعے مذہب کو ثابت کرنے کی ناکام ترین بلکہ خطرناک ترین کوشش تھی جسے امت کے سواد اعظم نے مسترد کر دیا اور قبولیتِ عامہ نہ کر سکی بلکہ پندرہ سال کے بعد خود بہ خود مسترد ہو کر طاقِ نسیاں کی زینت بنے ان کے متعدد شاگردوں نے بھی اس تفسیر کا رد پیش کیا اس تفسیر میں اس قدر افراط وتفریط بغلو ومبالغہ سے کام لیا گیا ہے کہ بہت سے قرآنی آیات کے وہ معانی بیان کئے ہیں جنکی وہ متحمل نہ تھیں اس وجہ یہ تفسیر چند سالوں میں ہی آزکار رفتہ ہو گئی

حتی کہ علماء کے ردونقد کے ساتھ ساتھ سائنسدانوں نے بھی اسے رد کر کے تاریخ کے گوشہ خفا کی زینت بنا دیا۔

شیخ بنوریؒ کا تفسیر الجواہر پر نقد ونظر:

علامہ شیخ یوسف بنوریؒ نے اس پر خوبصورت تبصرہ فرمایا تھا کہ اس میں سائنسی معلومات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے سامان دلچسپی تو موجود ہے لیکن قران کی تفسیر اس میں ہرگز نہیں ہے۔ایک دفعہ مولانا یوسف بنوریؒ صاحب مرحوم کا عالم عرب کے ایک مؤقر جریدے کے دفتر میں علامہ جوہری طنطاویؒ صاحب سے ملاقات ہو گئی۔جنکی تفسیر الجواھر کا چرچا ان دنوں بہت گرم تھا۔علامہ طنطاوی مرحوم سے حضرت بنوریؒ صاحب کا تعارف ہوا تو انہوں نے مولانا صاحب سے پوچھا کہ آپ نے میری تفسیر کا مطالعہ کیا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ ہاں اتنا مطالعہ کیا ہے کہ اس بنیاد پر کتاب کے بارے میں رائے قائم کرسکتا ہوں علامہ طنطاوی صاحبؒ نے رائے پوچھی تو مولانا صاحبؒ نے فرمایا آپ کی کتاب اس لحاظ سے تو علماء کرام کے لئے احسان عظیم ہے کہ اس میں سائنس کے بے شمار معلومات عربی زبان میں جمع ہوگئے ہیں سائنس کی کتابیں چونکہ عموماً انگریزی زبان میں ہوتی ہیں اور علماء کرام ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے آپ کی کتاب علماء دین کے لئے سائنسی معلومات حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔لیکن جہاں تک تفسیر قران کا تعلق ہے اس سلسلہ میں آپ کے طرز فکر سے مجھے اختلاف ہیں آپ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ عصر جدید کے سائنسدانوں کے نظریات کسی نہ کسی طرح قران سے ثابت کردیا جائے اور اس غرض کے لئے بسا اوقات تفسیر کے مسلمہ اصول،قواعد اور ضوابط کے خلاف ورزی سے بھی دریغ نہیں کرتے حالانکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ سائنسی نظریات بدلتے رہتے ہیں آج آپ سائنس کی جس نظریئے کو قران سے ثابت کرنا چاہتے ہیں بعید نہیں وہ کل خود سائنسدانوں کے نزدیک غلط ثابت ہوجائے کیا اس صورت میں آپ کی تفسیر پڑھنے والا شخص یہ نہ سمجھ بیٹھے گا کہ قران کریم کی بات (معاذ اللہ) غلط ہوگئی۔مولانا صاحب نے یہ بات ایسے مؤثر اور دلنشین انداز میں بیان فرمائی کہ شیخ طنطاوی مرحوم بہت متاثر ہوئے اور فرمایا "یاایھا الشیخ الست عالم ھندی وانما انت ملك انزل الله من السماء لاصلاحی" مولانا! آپ کوئی ہندوستانی عالم نہیں بلکہ آپ کوئی فرشتہ ہیں جسے اللہ نے میرے اصلاح کے لئے نازل کیا ہے۔

مناہل العرفان اور سائنسی اصول اور قواعد:

بعض علماء نے تو امام رازیؒ کی "تفسیر کبیر" پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے "فیه کل شئی الاالتفسیر" یعنی اس میں تفسیر کے سوا سب کچھ ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ "تفسیر کبیر" کے بارے میں یہ جملہ مبالغہ ہے۔اگر موجودہ دور میں کسی کتاب پر یہ جملہ کسی درجہ پر صادق آسکتا ہے تو وہ علامہ طنطاویؒ کی یہی "تفسیر

الجواھر ''ہوگی اور واقعہ یہ ہے کہ یہ کتاب تفسیر کی نہیں بلکہ سائنس کی کتاب ہے اور سائنس کی مفروضات کو قران سے ثابت کرنے کی شوق میں علامہ طنطاوی مرحوم نے اکثر جگہ ایات قران کی تفسیر میں ٹھوکریں بھی کھائی ہیں ۔تو علامہ طنطاویؒ سے یہ سلسلہ چل پڑا اور اب مصر کی ''جامعہ الازھر''میں سائنس کی وقعت اور اہمیت جتانے اور وزن بڑھانے کے لئے ایک اور کتاب نصاب میں شامل ہیں یہ علامہ عبد العظیم الزرقانی کی کتاب ''مناھل العرفان فی علوم القران '' ہے جسے دار الاحیاء التراث بیروت نے شائع کیا ہے اور اب تو عام ملتا ہے کتاب میں قرانی آیات کی سائنسی تفسیر، تشریح اور توضیح بیان کرنے کے اصول تحریر کیے گئے ہیں دلیل یہ دیتے ہیں کہ جادو کا زمانہ تھا تو مقابلہ جادو سے کیا گیا فصاحت کا زمانہ تھا، تو مقابلہ فصاحت سے ہوا فلسفہ اور کلام کا زمانہ تھا تو قران کی کلامی اور فلسفیانہ تفسیریں لکھی گئی اب سائنس کا زمانہ ہے تو سائنسی تفسیر ضروری ہے۔اس دلیل کی لغویت واضح ہے علامہ طنطاویؒ کی پہلی سائنسی تفسیر کا انجام سب جانتے ہیں زرقانیؒ صاحب کا خیال ہیں کہ قران عظیم پر صرف وہ سائنسی تحقیق کو منطبق کیا جائے جو قطعی دلائل سے ثابت ہوں اور اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ ہوں اس جملہ سے اندازہ ہوتا ہے۔کہ موصوف سائنس کے فلسفہ سے آشنا نہیں ہے اگر وہ سائنس کے فلسفہ اور تاریخ سے آگاہ ہوتے تو انھیں یہ جملہ لکھنے کی ضرورت نہ پڑتی '' سائنس کا ہر سچ اور نتیجہ ممکنہ ہوتا ہے کوئی اصول حتمی، اخری اور قطعی نہیں ہوتے ہیں''افسوس کہ عالم اسلام میں سائنس پر لکھنے والے عموماً سائنس کے اصولوں کا گہرا مطالعہ نہیں فرماتے صرف اس پر لکھنے کا خوگر ہوتے ہیں علامہ طنطاویؒ کی تفسیر کی انجام اور حقائق جاننے کے باوجود برصغیر، ترکی، عالم عرب اور پورے عالم اسلام کے جدیدیت پسند اور بعض راسخ العقیدہ علماء کرام قران و سنت کی سائنسی تفسیر، تشریح اور توضیح کے درپے ہیں جبکہ ان میں کوئی بھی مصلح سائنس کے مابعد الطبعیات پر گہری نظر نہیں رکھتے اور نہ مغربی فکر و فلسفہ اور اسکی تاریخ پر گہری گرفت ہے۔

التبیان میں قرآن کی سائنسی معجزات پر بحث ماڈرن مفکرین کا تتبع:

اس سلسلہ کی ایک کڑی علامہ الشیخ الصابونی مدظلہ کی التبیان بھی ہیں ۔اس میں علامہ صابونی صاحب مدظلہٗ ''وجوہ اعجاز القران'' بیان کرتے ہوئے ایک جگہ یوں عنوان لگاتے ہیں سادسا عدم التعارض مع العلم الحدیث اس عنوان سے مصنف علام کا مدعی یہ ہے کہ قرانی معجزوں میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ قران اور جدید سائنس و ٹیکنالوجی کے درمیان کوئی تعارض اور تصادم نہیں ہے پھر ایک اور جگہ یوں عنوان قائم کرتا ہے الفصل الثامن من معجزات القران العلمیہ (قران کے سائنسی معجزات) قران کے سائنسی معجزات کے تحت وہ بہت سے اشیاء سے بحث کرتے ہوئے دلیل کے طور پر قران کی آیاتوں کو مستدل بناتے ہیں اور اس بحث کی تحت ایک جگہ

لکھتے ہیں کہ ان تمام قرانی آیات میں سائنسی ایجادات اور نظریات کے لئے تقویت باہم پہنچانے کی بات ہو رہی ہے۔اور اس عنوان کے تحت مختلف باتیں ہیں لیکن ایک آیات وجعلنا من الماء کل شیء کے بعد لکھتے ہیں "فهو ابلغ ماجاء في تفسير حقيقة علمية ادرك العلماء سرها" یعنی یہ آیات اس سائنسی تحقیق کی تقریر و اثبات میں وارد ہونے والی آیاتوں میں سب سے زیادہ بلیغ ہے جسکے راز کو سائنسدانوں نے پا لیا ہے اور انہوں نے قران کے سائنسی معجزات پر لکھنے سے پہلے یہ لکھا ہے کہ قران کوئی سائنسی کتاب نہیں لیکن اس کے باوجود قران کریم بعض سائنسی اور مخفی حقائق سے خالی نہیں ہے ویسے تو علامہ صابونیؒ کی اکثر باتیں جو انہوں نے ان لیکچروں میں جمع کی ہے یا تو علامہ طنطاویؒ کی تتبع ہیں یا علامہ زرقانیؒ کا چربہ اس جگہ کے علاوہ کئی جگہوں میں کچھ تبدیلی الفاظ کے علاوہ وہیں باتیں ہیں ۔جو علامہ طنطاویؒ یا علامہ زرقانیؒ نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔ گویا علامہ صابونیؒ کی کتاب علامہ طنطاویؒ کی الجواھر اور علامہ زرقانیؒ کے مناھل کا خلاصہ ہے اور بعض سائنسی مباحث کا حصہ تو انہوں عفیف طبارہؒ کی کتاب الروح الدین الاسلامی سے نقل کی ہے ۔عجیب بات تو یہ ہے کہ ہم تو دعوی بھی کرتے ہے کہ سائنس کا مؤجد مسلمان ہے سائنس قران سے اخذ شدہ ایک علم ہیں لیکن جب ہم اپنے اکابر کے تفاسیر اور علوم القران پر لکھے گئے کتابوں کو اٹھاتے ہیں تو وہ اس طرح کے عنوانات اور ان جدید معجزات سے خالی دکھائی دیتے ہیں مثلا البرھان ،الاتقان تو اس میں یہ جدید عنوانات نہیں ہونگے جبکہ دعوی تو یہ ہے کہ ہم سائنس کے موجد ہے اور دعوی یہ بھی کرتے ہیں کہ قران نے یہ مسائل چودہ سو سال پہلے بیان کئے ہوئے ہیں لیکن منکشف اب ہوئے فیا للعجب اگر کوئی جید محقق، عالم اور ناقد التبیان کا بغور مطالعہ کر کے اس کا موازنہ ہمارے اکابر اور اسلاف کے دیگر کتابوں مثلا الاتقان لسیوطی ،البرھان لزرکشی فنون الافنان لابن جوزی ،الفوز الکبیر شاہ ولی اللہ سے کرائیں تو اسے اندازہ ہوگا کہ "التبیان" کے مصنف علام سے اس موضوع کے حوالے سے کہاں کہاں تسامحات ہوئے ہیں اور کہاں کہاں انہوں نے علماء کے سواد اعظم سے علیحدہ موقف اختیار فرمایا ہیں چونکہ ہمارا مقصود التبیان کے کل کے بجائے صرف ایک بحث "قران کے سائنسی معجزات" سے بحث اور اس پر مختصر تبصرہ کرنا ہے تاکہ ہم طلباء علماء کی توجہ اس طرف مبذول ہو کر اس موضوع پر امت کی صحیح راہنمائی کر سکیں ورنہ شیخ محمد علی صابونی مدظلہٗ کی کتاب اور خود شیخ صاحب کی علمیت اور بلند ذہنیت اس سے قطعاً مستغنی ہے کہ مجھ جیسے علمی مایہ کا ایک بھکاری ان کی کسی تحریری آراء کی توثیق کرے یا اس کے علمی وتحقیقی اراء پر کوئی تنقیدی رائے کا اظہار کرے تاہم علومِ دینیہ کے حاملین کو اس مسئلہ پر بحث ونظر کی دعوت دینا ہے چونکہ قرآن اور سائنس پر لکھنے والوں کا بنیادی ماخذ اور مرجع موریس بوکائے کی کتاب The bible the quran and science ہیں ۔لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ "بوکائی ازم" سائنس کو قرآن کے مساوی درجہ دے کر سائنس کو تقدس کے مقام تک بلند کرتا اور وحی الٰہی مغربی سائنس کی

تصدیق کا محتاج بناتا ہے اس حقیقت سے قطع نظر کے قرآن سائنس تصدیق کا محتاج نہیں "بوکائی ازم" امت مسلمہ کو ایک بڑی سنگین مغالطہ کا شکار کر دیتی ہے کہ اگر کوئی سائنسی حقیقت قرآن سے ہم آہنگ نہیں ہوتی یا جدید سائنس کی روح سے غلط قرار پاتی ہے تو نعوذ باللہ قرآن باطل ثابت ہوگا جس طرح بوکائی نے بائبل کو قلم زد کیا ہے عصر حاضر یعنی ۱۷ویں، ۱۸ویں، ۱۹ویں اور ۲۰ویں صدی کے بعد تفاسیر اور علوم القران کے موضوع پر تحریر کئے گئے بعض کتب جدیدیت پسند مفکرین کے قلم سے لکھی گئی ہے۔ان کے افکار و نظریات ماڈرن ازم اور بوکائی ازم کی راہ ہموار کرتی ہے ان مفسرین نے قدیم طریقہ تفسیر اور علوم القران کا قدیم طرہ امتیاز چھوڑ کر ایسی راہ اختیار کی ہے جو جدیدیت اور مغربیت کی آبیاری کر رہا ہے۔آزادانہ طرز فکر معتزلہ سے ملتی جلتی اور عقل انسانی کو مطلق العنان سمجھ بیٹھے ہیں طنطاوی مرحوم نے چونکہ اخلاص کے ساتھ دین کے دفاع کے لئے اس طریق کار کو اپنایا تھا تاہم خلوص کے ساتھ ساتھ علمیت کی بھی ضرورت ہے یعنی اسلامی علمیت کے ساتھ اپنے زمانے کی جاہلیت اور اس کے طریقہ واردات سے آگاہی بھی شرط لازم ہے وہ بھی اخر میں اس کام پر پشیماں تھے۔تاہم ابلاغ دین کے لئے صحیح طریقہ اپنانا چاہئے نہ یہ کہ اس طرح راہ اختیار کی جائے کہ وہ راہ خود دین کے ابلاغ میں ممد اور معاون بننے کے بجائے الٹا دین کے لئے نقصان دہ ثابت ہو۔صاحب التبیان چونکہ خود دوسروں کے تتبع میں اس طرح کے راہ اپنائے ہوئے ہے۔علامہ طنطاویؒ اور علامہ زرقانی کے کتب سے اخذ و استفادہ کیا ہے لہٰذا وہ مخلص اور راسخ العقیدہ عالم دین ہیں تاہم ایسے مواد کو اپنے کتابوں میں شامل کرنا یا ایسے کتابوں پر تقریظات لکھنے والے اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ سائنس ایک ارفع و اعلیٰ علم ہے۔علماء کرام کو اس طرح کتب پر تقریظ لکھنے میں احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے جس سے مغرب کی کسی فکر، کسی ادارے اور کسی نظریہ کو تقویت ملتی ہو کیونکہ علماء کرام کی اس طرح کے تصدیقات سے غلط فہمی پیدا ہونے کا شدید امکان ہے۔

قرآن نہ سائنس کی کتاب ہے نہ سائنس قرآن کا منشاء و مدعیٰ:

کیونکہ قران کریم نہ تو سائنس کی کتاب ہے اور نہ سائنسی تحقیقات قدیمہ اور جدیدہ کی طرف دعوت دیتا ہے تو موجودہ سائنسی تحقیقات و ایجادات کو عین منشاء قرانی سمجھنا اور ان مسائل پر تفسیر قران کی بنیاد رکھنا بڑی جسارت ہے۔پھر سائنسی تحقیقات' ایجادات' سہولیات اور ترقیات سے مرغوب بلکہ مغلوب ہو کر یہ دعویٰ کرنا کہ چودہ صدیوں تک امت اس صحیح معنی کو نہ سمجھ سکیں اور اب سائنسدان نے اس حقیقت کو آشکارا کیا نہایت ہی ظلم گھناونی جسارت ہے بعض قدیم مفسرین سے بھی اس سلسلہ میں لغزشیں ہوئی ہے کہ انہوں نے قدیم فلسفہ (یونانی فلسفہ) کے نظریات کو دیکھتے ہوئے کسی آیات کی تاویل کی لیکن آگے تحقیقات اس کے بالکل برعکس نکل آئیں جس سے لوگوں کی اعتقاد ڈگمگانے لگے جب کہ حقیقت یہ تھی کہ اسلام اور قران سے ان نظریات کا کوئی دور کا تعلق بھی نہ تھا اور آج سائنس زدہ

طبقہ نے تو حدود پار کئے ہوئے ہیں۔کوئی جدید سائنسی نظریہ آتا ہے تو وہ انہی قران کریم کی کسی نہ کسی آیات میں اسے ملتا ہے پھر دعوی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قران نے آج سے چودہ سو سال پہلے فلاں آیات نے اس کی تصدیق کی ہیں ۔آج معجزہ قرانی اشکارا ہوئی قران کریم میں وہ چیزیں تلاش کرتے ہیں جو قران کا موضوع ہی نہیں کوئی فلسفہ، کوئی نظریہ، کوئی مفروضہ، نئی تحقیق نئی ایجاد سامنے آتا ہے تو ہمارے جدیدیت پسند مفکرین و دانشور اسکو زبردستی قران کریم میں ٹھونس کر بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ قران نے چودہ سو سال پہلے اسکی خبر دی تھی اور اس سے قران کی اعجاز ثابت کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے قران کریم نے اگر ان ”حقائق کونیہ“ کی طرف جب کبھی اشارہ فرمایا ہے تو اس مقصد تذکیر و موعظت ہیں نہ کہ تسخیر کائنات کی موجودہ شکل نہ کہ تمتع فی الارض کی موجودہ صورت کیونکہ سائنسی علمیت اور اسلامی علمیت میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔

اسلامی علمیت اور مغربی علمیت میں فرق:

اسلامی علمیت کا بنیادی ماخذ وحی الہی یعنی قران وحدیث ہے اور جاہلیت جدیدہ خالصہ یعنی تہذیب مغرب کی علمیت کا ماخذ وحی بیزار عقل ،مذہب دشمن جذبات اور نفسانی خواہشات ہیں ۔اس وحی بیزار عقل، مذہب دشمن جذبات ،اور نفسانی خواہشات نے جس علمیت کو جنم دیا وہ جدید سائنس (نیچرل وسوشل) کے نام سے پہچانی جاتی ہے ۔ماخذ علم کے اس بنیادی اور اساسی اختلاف کے باوجود جدیدیت پسند مفکرین اور بعض راسخ العقیدہ علماء کرام نے بعض جزوی مشابہتوں کی بناء پر بعض خطرناک نتائج اخذ کئے ہیں ۔اسلام میں بعض معاملات کو مشورہ کے ذریعے طے کرنے کی اجازت کو ”اسلامی جمہوریت“ بنا دینا اور صرف سود کی بعض شکلوں سے بچتے بچاتے بینکاری کے مروجہ نظام کو ”اسلامی بینکاری“ قرار دینا اور اسی طرح ،کائنات پر غور وفکر، یقیناً قرآن کا ایک اہم موضوع ہے اور جدید سائنس تو اسی مقصد کے لئے وجود میں آئی ہے ۔عنوان کی اس مشابہت کی وجہ سے بہت سے مسلم جدیدیت پسند مفکرین سائنس کے اس قدر دلداہ ہوئے کہ یہاں تک کہنے لگے کہ سائنس تو قرآن سے نکلا ہوا علم ہے اور مغرب نے تو سائنس سیکھی ہی مسلمانوں سے ہے، جب وہ اندلس کی درس گاہوں میں پڑھنے کے لئے آیا کرتے تھے۔پھر مسلمانوں میں سائنسدانوں کے نام گنوائے جانے لگے، اور اسلام اور سائنس کے عنوان سے کتابیں لکھی جانے لگیں اور بعض تو یہاں تک بڑھے کہ اسلامی سائنس کی بنیادیں رکھنے لگے اور کئی ایک اس سے بھی آگے سائنس کو اسلام اور اسلام کو سائنس تک ثابت کرنے سے نہ ہچکچائے ۔غلام قومیں شاید اپنے آقاؤں کے سامنے اسی طرح بچھتی رہی ہونگے اس سارے فسانے میں اس بات پر غور کرنے کا ہمیں موقع ہی نہ ملا کہ جو سائنس مغرب نے قرآن سے اخذ کرلی ہے وہ قرآن پر ایمان رکھنے والے اور قرآن کے ایک ایک لفظ کو مقدس کلام اللہ ماننے والے مسلمان خود قرآن سے کیوں اخذ نہ کرسکے؟ اور یہ کہنا کہ اسلام سائنس کا خالق ہے جیسا کہ ہمارے جدیدیت پسند مفکرین کہتے ہیں اب

تو سوال یہ ہے کہ اگر قران ہی سے تجرباتی علوم نکلے ہیں تو ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاء کرامؑ نے قرآن کی آمد سے پہلے دنیا کو ان تجرباتی علوم سے کیوں محروم رکھا؟ اگر یہ علوم قرآن میں تھے تو ان کا سب سے بہترین فہم صحابہ کرامؓ رکھتے تھے تو صحابہؓ اور تابعینؒ میں سے کسی ایک سائنسدان کا نام تو بتا دیا جائے اگر صحابہؓ جو خیر القرون میں تھے سائنس قران سے برآمد نہیں کر سکے یا تو ان کا فہم دین ناقص تھا (نعوذباللہ) یا انھیں جہاد کے باعث فرصت نہ ملی یا انکے علوم ہم تک منتقل نہیں ہوئے کیونکہ صحابہ کرامؓ ،تابعین عظام اور تبع تابعینؒ،اور اسلام کی پہلی تین فضلیت یافتہ نسلیں (خیرالقرون) ،ائمہ کرام ، فقہائے عظام محدثین کبار قران مجید کی تفسیریں کرتے ہوئے ان آیات کی کیا تشریحات پیش کرتے رہے جدید سائنس کی ایجاد سے پہلے کسی تفسیر اور تشریح میں یہ موضوعات تو کبھی اس طرح زیر بحث نہ آسکے۔

کائنات پر غور اور فکر اسلامی اور الحادی مقاصد میں فرق:

لیکن بدقسمتی سے ہمارے ہاں زندگی کے باقی شعبوں کی طرح علیت بھی ''جاہلیت جدیدہ خالصہ'' سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی کئی لوگوں نے قرآن مجید میں علم کی اہمیت وفضلیت کی آیات کو نیچرل سائنس اور سوشل سائنس پر منطبق کر دیا اور بہت سے لوگ خاص اس موضوع ''یعنی قرآن مجید میں تخلیق ارض وسماوات پر غور وفکر'' کو جدید سائنس کا ہم مقصد سمجھنے لگے کہ جدید سائنس بھی کائنات پر غور وفکر اور تدبر کے دروازے کھولتی ہیں عنوان تو بے شک ایک جیسا یا ملتا جلتا ہے ،لیکن حقیقت میں یہاں کتنا بڑا اختلاف اور تضاد موجود ہے،قرآن مجید اور جدید سائنس کے ''کائنات پر غور وفکر'' کے مشترکہ عنوان میں زمین اور آسمان کا فرق ہے قرآن مجید زمین اور آسمان پر غور وفکر کی طرف اس مقصد کیلئے عقل وذہن کو متوجہ کرتا ہے کہ اولاً مخلوق پر تدبر سے خالق پر ایمان ویقین پیدا ہو اور اگر موجود ہے تو مضبوط ومستحکم ہو اور ثانیاً تخلیق اول سے تخلیق ثانی پر اعتماد ہو اور آخرت کا وقوع اور بعث بعد الموت کی حقیقت کو سمجھنا قریب الفہم اور آسان ہو جائے ۔جب کہ سائنس دانوں کا یہ عالم ہے کہ وہ بالعموم کائنات پر غور وفکر کرتے ہوئے مخلوق (creature) کا لفظ تک استعمال کرنے سے گریزاں رہتے ہیں ،کیونکہ اس لفظ ہی سے کسی خالق کا تصور ذہن میں زندہ ہوتا ہے اور پھر خالقِ کائنات کی معرفت وپہچان کی چاہت دِلوں میں پیدا ہوتی ہے ۔عام طور پر سائنس کی کتابوں میں مخلوق (creature) کی بجائے (Nature) کا لفظ استعمال کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یا تو یہ کائنات قدیم ،ازلی اور ابدی ہے اور الگ سے اس کا کوئی خالق ہے ہی نہیں یا پھر سائنس دانوں کا نقطہ نظر یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی خالق تھا بھی ،تو یا تو (نعوذباللہ) وہ باقی نہیں رہا اور اگر موجود بھی ہے تو وہ کائنات کے نظم ونسق سے لاتعلق ہے اور اب یہ کائنات اپنے ہی زور پر چلے جا رہی ہے ۔اسی طرح سائنس میں کائنات پر غور وفکر کا مقصد آخرت کی یاد کو تازہ کرنا اور پھر جہنم سے نجات اور جنت کی چاہت پیدا کرنے کیلئے

نہیں بلکہ کائنات پر انسانی قبضہ و کنٹرول کو ممکن بنانے کیلئے ہوتا ہے۔تسخیر کائنات اور پھر ''تصرف فی الارض'' اور ''تمتع فی الارض'' کو زیادہ سے زیادہ ممکن بنانا اور اسی کو بطورِ انسانی مقصدِ حیات کے قبول کرنا ہے۔

قرآنی انداز تدبر کے مقاصد و اہداف:

یوں قرآنی اندازِ تدبر اگر انسان کو مخلوق کی محتاجی اور خالق کی صمدیت پر ایمان میں مدد دیتا ہے اور تخلیق ِاول سے تخلیقِ ثانی کا ثبوت دیکر آخرت کی فکر کو تازہ رکھتا ہے تو سائنسی اندازِ غور وفکر ایمان باللہ اور آخرت کی یاد سے غافل کرکے دنیا پر انسانی حاکمیت اور اسے مادہ پرستی میں مست کر دیتا ہے کائنات پر غور وفکر میں قرآن کا منہج یعنی غور وفکر سے خالقِ کائنات کے وجود اور عظمت کی نشاندہی اور بعث بعد الموت کی تذکیر جو کہ تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوۃ والسلام کی بعثت کے دو بنیادی مقاصد رہے ہیں۔

سائنسی منہاج غور وفکر:

جدید سائنس کے منہج غور وفکر سے بالکل مختلف نتائج کا حامل ہے اسی لئے دونوں علمیتوں کے ہاں اپنے اپنے منہاج کی اہمیت اس قدر زیادہ اور لازمی ہے اگر منہاج تبدیل ہو تو نتائج بھی مختلف بلکہ متضاد حاصل ہوتے ہیں۔اس لئے اسلام اور سائنس دونوں اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل نہ ہونے پر اپنے ماننے والوں کے غور وفکر کو فضول ،بے فائدہ، دولت اور صلاحیت کا ضیاع سمجھیں گے،اسی طرح اگر کائنات پر غور وفکر کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ پر ایمان اور آخرت پر ایقان حاصل نہ ہو بلکہ دنیا میں انسان ایسا مست ہو کہ اللہ کی توحید سے نابلد اور آخرت کی یاد سے غافل ہو جائے تو ایسا ''تصرف فی الارض'' انسان کو جنت سے دور اور جہنم سے قریب کر دیتا ہے،جبکہ جدید سائنس کے نزدیک اگر غور وفکر کے نتیجے میں ''تصرف فی الارض ''اور ''تمتع فی الارض'' میں اضافہ نہ ہو تو ایسا غور وفکر کسی کام کا نہیں۔آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ روزانہ دنیا کی ہزاروں یونیورسٹیوں سے تعلیم پانے والے سائنس کے لاکھوں طلباء جو تحقیق کرتے ہیں۔اس کو پذیرائی اور قبولیت پانے یا نوبل انعام کا حق دار بننے کے لئے کوئی ایسی نئی ایجاد ضروری قرار پاتی ہے جو جدید سائنس کے بنیادی مقصد تصرف فی الارض میں اضافہ کا باعث بنے۔

نزول قرآن کا اساسی مقصد:

ممکن ہے بعض لوگ یہ کہیں کہ کائنات میں غور وفکر کا اصل مقصد توحید اور آخرت کی یاد کو تازہ کرنا ہے، لیکن اضافی حیثیت میں اگر اشیائے کائنات سے استفادہ بھی ہو جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ تو جواباً عرض ہے۔کہ جس طرح قرآن مجید کے نزول کا اصل مقصد اور اسے تلاوت کرنے کا اساسی مطلب صراط مستقیم ،تزکیہ نفس اور اطمینان قلب کا حصول ہے،لیکن آیات قرآن مجید پر تدبر سے بے شمار ضمنی اور اضافی فوائد اور معلومات کا خزینہ حاصل بھی ہوسکتا ہے۔اب اگر کوئی شخص قرآن مجید تو بہت زیادہ تلاوت کرے،لیکن اس کا یہ پڑھنا حلق سے نیچے نہ

اترے اسی طرح انسان ہدایت اور ایمان کی تلاش میں قرآن نہ پڑھتا ہو بلکہ نئی سے نئی معلومات کے حصول یا پڑھ پڑھ کے لوگوں پر دم کرنے اور ان سے مال کمانے کا کام لیتا رہے تو قرآن مجید سے ہدایت وایمان تو نہ ملے گا، البتہ اضافی فائدے ضرور حاصل ہو جائیں گے جو کہ صرف اور صرف خسارے کا سودا ہے اور جہنم کا راستہ۔لیکن اگر اصل مقصد ایمان وہدایت قرآن سے حاصل کرے اور پھر اگر بعض جائز اور اضافی فوائد بھی حاصل کرلے تو اس میں حرج کی بات نہ ہوگی۔بعینہ اگر کوئی شخص کائنات پر غور وفکر کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ پر ایمان اور آخرت کی زندگی پر ایمان بناتا ہے۔اور پھر اس غور وفکر سے بعض اضافی فوائد بھی حاصل کرلیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہ ہوگا،اگر سرے سے بنیادی مقصد ہی بدل جائے تو کائنات پر غور وفکر کا عنوان مشترکہ ہونے کے باوجود ایک جنت کی راہ ہوگی اور دوسری جہنم کی راہ۔اس ساری بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ کائنات پر غور وفکر قرآن اور جدید سائنس کا مشترکہ موضوع ہونے کے باوجود اپنے مقاصد وماٗخذ علم کے اعتبار سے متضاد علوم ہیں۔اس طرح اسلامی سائنس ایک ایسی چیز ہے جیسے" اسلامی عیسائیت" اور اسلام اور سائنس میں مشترکہ نکات کی تلاش ایک ایسا عمل ہے جیسے اسلام اور عیسائیت میں جزوی مشترکہ نکات ڈھونڈ کر اصل اور بنیادی مباحث ایمانیات اور مقاصد حیات سے صرف نظر کیا جائے اوجزوی مشابہتوں کو نہ صرف تلاش کیا جائے بلکہ ان کی بنیاد پر کل میں اتفاق بھی مانا جائے۔الغرض ہم سائنس کو اس وقت تک قابل مذمت سمجھیں گے، جب اس کا مقصد موجوداتِ کائنات کو ان کے اصل مقاصد (رجوع الی اللہ وتذکیر آخرت) سے پھیر کر محض دنیوی مفادات حاصل کرنا رہ جائے۔البتہ اصل مقاصد کے حصول اور اللہ پر ایمان کے بعد سائنس سے دنیوی تصرفات حاصل کرنے کی کوشش غلط نہ ہوگی۔یہ ٹھیک ہے کہ قرآن بھی کائنات پر غور وفکر کی دعوت دیتا ہے اور جدید سائنس بھی یہی عنوان رکھتی ہے مگر قرآن کی دعوتِ فکر خالقِ کائنات کی طرف متوجہ کرنے اور بعث بعد الموت کو یاد کرنے کے لئے ہے جبکہ سائنس کا مقصدِ فکر تسخیر کائنات اور تصرف وتمتع فی الارض اور انسان کو کائنات کا حاکم وبادشاہ بنانے کے لئے ہے۔

کیا سائنس اللہ تک پہنچنے کی سیڑھی ہے؟

اس ساری تفصیل کے بعد بھی کچھ لوگ اس خوش فہمی کا شکار ہو سکتے ہیں کہ ہم جدید سائنس کو خدا تک پہنچنے اور آخرت کی یاد کو زندہ کرنے کیلئے سیڑھی کے طور پر استعمال کریں گے تو یاد رکھنا چاہئے کہ اولاً: اگر انسانی علم وعقل کوئی ایسی سیڑھی بنا سکنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوتی جو آسمانی خزانوں تک پہنچ پاتی تو رب ذوالجلال والاکرام کو آسمانوں سے وحی اتارنے کی ضرورت نہ ہوتی جیسا کہ مغرب کے سائنس دان یہی سمجھتے ہیں کہ انسانی علم وعقل ہی حقائق تک پہنچنے کا حتمی ذریعہ ہے تو وہ وحی کے نور کو اپنے لئے غیر ضروری جانتے ہیں۔ثانیاً: جہاں جہاں سائنسی علمیت (نیچرل اور سوشل سائنس) کا غلبہ ہوتا چلا جاتا ہے،وہاں انسانی انفرادیت، معاشرت اور ریاست، وحی

بیزار عقلیت اور مذہب دشمن جذباتیت اور نفسانی خواہشات حرص وحسد سے بھرتے چلے جاتے ہیں ۔اس لئے کہ ہر منزل تک پہنچنے کے لئے الگ اور خاص راستہ ہوتا ہے اور ہر مقصد حاصل کرنے کے لئے اپنا وسیلہ اور ذریعہ ہوتا ہے ۔اللہ تک پہنچنے کا راستہ انبیاء کرامؑ بتاتے ہیں اور وہ توحید وبندگی اور سنت واعمال صالحہ کا وسیلہ اور ذریعہ ہے ،نیز مؤمنانہ بصارت وموحدانہ بصیرت سے کائنات پر غور وفکر ،اس مقصد کے حصول میں معاون ہوتا ہے جبکہ سائنس ایک ایسا ذریعہ اور وسیلہ ہے جو خود انسان کو آقائے کائنات (Master of the universe) بنانے کیلئے تراشا گیا ہے اور اس کے لئے انبیاء ورسل علیھم الصلوۃ والسلام نیز توحید وبندگی اور سنت واعمالِ صالحہ کی کوئی اہمیت اس ذریعہ میں باقی نہیں رہتی اور سائنس میں ترقی کا مقصد خواہشاتِ نفس کو پورا کرنے کی سعی کرنا ہے ،نہ کہ احکام الٰہی کی بجا آوری میں محنت کرنا ۔بہرکیف آج ہمارے مشائخ عظام اور علماء ومحققین کرام پر لازم ہیں کہ وہ اپنے بزرگوں کے روایات کے مطابق معاشرے میں وراثتِ نبوت کا کردار ادا کریں چونکہ معاشرے میں مادیت، دھریت ،دجالیت ،طاغوتیت ،جاھلیت ،فحاشی ،عریانی ،تاریکی اور ظلمات پھیلانے میں سائنس کا اہم کردار ہے جو چیز خود سرتاپا اندھیرا ہی اندھیرا ہوں وہاں علماء کرام بھی اس میں اپنا پناہ گاہ بنالیں اور اس اندھیرے کے پہلو میں سائنس اور ترقی کی تلاش میں لگ جائیں تو وہ علماء دوسروں کو کونسا روشنی دے گی میں یہ نہیں کہتا کہ علماء کرام سائنسی ایجادات سے کوئی فائدہ نہ اٹھائیں وہ ضرور فائدہ اٹھائیں مگر اضطراراً ان علماء کو ان روشنی نما اندھیرے سے لطف اندوز ہونا نہیں بلکہ انہی کے انہدام ،تعاقب ،محاسبہ اور اسلامی محاکمہ کے لئے اس سے بقدرِ ضرورت استفادہ کرنا چاہئے نہ یہ کہ اسے قرآن سے ثابت کرنے اسے معجزانہ قرآنی کہنے میں لگ جائے علماء کرام کو چاہئے کہ سائنس اور فلسفہ سائنس اور تاریخ سائنس کا گہرا مطالعہ کریں کہ مغرب کے اس ترقی کا پس منظر کیا ہے مغرب کے اس سائنسی ترقی کے پیچھے سرمایہ کارفرما ہے اگر سائنس سے یہ سرمایہ ایک منٹ کے لئے ہٹا دیا جائے تو یہ ساری ترقی سیکنڈوں میں ملیامیٹ ہو جائیں گے اور یہ ترقی مغرب کے لوٹ کھسوٹ اور ظالمانہ راج اور استعماریت کے بل بوتے پر ہی قائم ہیں اس سودی سرمایہ کی وجہ سے سائنس کی چمک دمک برقرار ہے۔ خلاصہ بحث یہ کہ قرآن کی سائنسی تفسیر کے نتیجے میں مندرجہ ذیل باتیں سامنے آئیں گی۔ (۱) سائنس قرآن کی تصدیق وتکذیب کی کسوٹی (۲) قرآن سائنس کی درسی کتاب کے مترادف (۳) قرآن سائنس کا خادم (۴) آیت قرآنی کے معانی کی محدودیت (۵) روحانی اور اخلاقی حکمتوں سے صرف نظر (۶) آیات قرآنی کی بے جا تاویل وتحریف لہذا قرآن کی سائنسی تعبیر وتشریح قرآن کی غلط تاویل اور معنوی تحریف کا باعث بن سکتی ہے اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔